اسلامی تعلیماتِ جنگ وامن میں انسانی اقدار کالحاظ وتحفظ: ایک تحقیقی مطالعہ

Protecting Islamic Principles of Human Values in War and Peace: An Analysis

ڈاکٹر حشمت علی صافی *

Abstract

Islam is a Divine religion and a complete code of life that directs its believers in every sphere of life. Islam always strives for the development of peace and harmony, condemns war and allows it only for the sake of self-defence and protection but as war is a peculiar human activity especially in this global era, thus, Islam has determined appropriate principles for both War and Peace. Muslim attitudes to war and peace are based on the teachings of the Qur'an and the Holy Prophet (Peace be upon him). One of the salient features of these teachings is giving considerable importance and protection to human values. The article in hand presents a research analysis of Islamic human-friendly Principles and Ethics of War and Peace.

Keywords: War, Peace, Islam, Human Values, Ethics.

آج کل یہ تصورعام ہے کہ بین الاقوامی تعلقات (International Relations) کے قواعد وضوابط بنانا اور بین الاقوامی قانون مرتب کرنا یورپی ماہرین قانون کا کارنامہ ہے جیسا کہ مشہور آسٹریلوی محقق و قانون دان ڈی ڈبلیو گریگ (D.W.Greig) کے خیال میں یورپی جاگیر داری نظام کے بعد جب قومی سطح پر طاقت کے تصور نے زور پکڑا تو بین الاقوامی تعلقات کی ضرورت پیش آئی۔اس میں حالت جنگ اور حالت امن دونوں قسم کے تعلقات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ البتہ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ نپولین کی جنگوں کے بعد ابتداءً ویانا میں ۱۸۱۵ء میں ایک معاہدہ ہوا اور اس کے بعد یورپی ممالک کے درمیان معاہدات کا ایک تسلسل جاری ہے۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۵ء اور ۱۹۴۹ء میں جنیوا کے معاہدے سامنے آئے۔ انہیں معاہدات کی روشنی میں انجمن بین الاقوام اور بعد میں اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا۔اسی سلسلے کی ایک کڑی ادارہ بین الاقوامی قانون (International Law Commission) کے قیام کا بھی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دور کی دیگر اقوام کے ساتھ تعلقات کا جو نظام جاری فرمایا وہ آج تک دنیا بھر کے لیے مشعل راہ ہے اور اسی تعلقات کے سلسلے میں ہم قومی اور بین الاقوامی تعلقات کے قواعد وضوابط کی تشکیل کر سکتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے فوراً بعد مدینہ کی حالتِ امن کو مد نظر رکھتے ہوئے پہلی مملکت کا جو پہلا دستور دیا اس میں دو چیزیں نمایاں تھیں۔ ایک داخلہ پالیسی کی غمازی کرتا ہے تو دوسرا خارجہ پالیسی میں مدد دیتا ہے۔ ان میں سے ایک کو مؤاخات مدینہ اور دوسری کو میثاق مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دونوں کی تفصیلات آج تک لفظ بہ لفظ محفوظ ہیں۔ مؤاخات میں بحیثیت قوم مسلمانوں کے آپس کے تعلقات کا نظام وضع کیا گیا گویا کہ قومی تعلقات کے لیے ایک نمونہ پیش کیا گیا اور میثاق میں مدینہ اور ارد گرد کے یہودیوں اور دیگر اقوام کے ساتھ تعلقات کے اُصول مرتب کیے گئے۔ گویا یہ ہماری بین الاقوامی تعلقات کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

چنانچہ اسلام میں حالتِ امن اور حالتِ جنگ دونوں میں بین الاقوامی تعلقات کے الگ الگ اُصول موجود ہیں جو صدیوں تک عملی تجربے سے گزر کر اپنی کامیابی اور انسان پروری کا سکہ منوا چکے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے یہی فرامین، قواعد وارشاد کو امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ نے اپنی دو کتابوں "السیر الصغیر" اور "السیر الکبیر" میں مرتب کر کے بین الاقوامی تعلقات کے اصول وضوابط جس طرح بیان کئے ہیں وہ رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے اور انسانوں کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔

دعویٰ امن اور اصل حقائق:

سولہویں صدی کے آغاز سے جب یورپ میں صنعتی انقلاب آیا اور سائنسی نظریات سے ایک مشینی کلچر متعارف ہوا تو ان کے سامنے دو قسم کے چیلنجز درپیش تھے۔ پہلا تو یہ کہ ان صنعتوں کے لیے خام مال کی ضرورت تھی جو کہ قابل اعتماد اور سستا ہو اور دوسرا چیلنج یہ کہ ان صنعتوں سے تیار شدہ مال کے

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، قرطبہ یونیورسٹی، پشاور۔

لیے نئی منڈیاں تلاش کی جاسکیں ان دونوں ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ان کے سامنے سب سے بہترین آپشن ایشیائی ممالک تھے جہاں وہ اپنے خوابوں کو پورا کرنے کے لیے پہلے آئے پھر مضبوط ہوئے اور پھر دھوکہ سے قابض ہو گئے۔

بالآخر سترہویں اور اٹھارویں صدی عیسوی میں انہوں نے مشرقی سلطنتوں کو سیاسی طور پر غلام بنایا اور اپنی ترقی کے لیے ہر ممکن و ناممکن راستہ اختیار کیا اور اسی تسلسل سے آج وہ اسلامی اور مشرقی تہذیبوں کو ختم کر کے ان کے مقابلے میں ایک عالمی تہذیب بنانے کی کوشش میں لگے ہیں۔

آج کل دنیا کا ہر فرد، قوم اور ملک امن کی بات کر رہا ہے اور عالمی سطح پر اس کے لیے مختلف عالمی ادارے اور تنظیمیں قائم ہو چکی ہیں جیسے: ورلڈ پیس مومنٹ، سیکورٹی کونسل، ہیومن رائٹس واچ اور کنٹرول آرم کمپینین (Control Arm Companion) وغیرہ۔ امن امان کے نام پر مختلف نظریات کا ہجوم ہے، جیسے پیسف ازم (Pacifim)، گاندھی ازم (Gandhism)، سوشلزم (Socialism)، ن یشنلزم (Nationalism)، کمیونزم (Communism) اور سیکولرازم وغیرہ۔ ان کے تحت دنیا میں امن وامان کے فروغ کے لیے مختلف پروگرام، سیمینارز اور کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں۔ ان سب کا مقصد ایک ہے کہ دنیا میں امن وامان رہے اور دو یا دو سے زائد ملکوں میں جنگ نہ ہو۔ لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ اس کے باوجود چھوٹی بڑی جنگیں ہوتی رہیں اور ان میں انسانی اقدار کی پامالی کے ساتھ لاکھوں اربوں انسانی جانیں ضائع ہوتی رہی ہیں۔ ماضی قریب میں دو عالمی جنگیں، جنگ عظیم اول، (۱۹۱۴ء) اور جنگ عظیم دوم (۱۹۳۹ء) اس کی نمایاں مثالیں ہیں[1]۔ اس کے علاوہ موجودہ دور میں افغانستان "عراق" شام "مصر" لیبیا" تیونس" کشمیر وغیرہ بھی جنگ کا شکار ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ امن وامان قائم کرنے کا نعرہ لگانے والے ممالک اسلحے کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ امریکی ویب سائٹ، کانگریشنل ریسرچ سروس (Congressional Research Servise) نے اپنی رپورٹ میں دعویٰ کیا ہے کہ عالمی سطح پر ہتھیاروں کی تجارت ساٹھ ارب ڈالر سالانہ ہے جس میں چالیس فیصد امریکہ کی ہے[2]۔

اگر اسلحہ فروخت کرنے والے ملکوں کی فہرست دیکھی جائے تو نوئما (Knoema World Data Atlas) کی ۲۰۱۳ء کی رپورٹ کے مطابق اسلحہ کی فروخت میں سرفہرست بالترتیب روس، امریکہ، چین، فرانس اور برطانیہ ہیں جو کہ امن کے لیے سب سے بڑے داعی ہیں اور بے جا امن کے کھوکھلے نعرے لگاتے ہیں جب کہ اسلحہ کی خریداری میں ۲۰۱۴ء کی رپورٹ کے مطابق سرفہرست بالترتیب ہندوستان، سعودی عرب، ترکی، چین اور انڈونیشیا ہیں جن میں سب سے زیادہ مسلمان ممالک ہیں۔ دفاعی بجٹ کی بات کی جائے تو ۲۰۱۴ء کی رپورٹ کے مطابق سرفہرست عمان 11.06%، سعودی عرب 10.04%، جنوبی سوڈان 09.03%، لیبیا 06.02%، کومبو 05.06% اور ہندوستان 02.04% اپنی مجموعی گھریلو پیداوار (G.D.P) کا خرچ کرتے ہیں[3]۔ یہ وہی ممالک ہیں جو کہ سب سے زیادہ دہشت گردی سے متاثر ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امن کے داعی وہ ممالک ایک طرف تو ان ممالک پر خود اسلحہ فروخت کرتے ہیں دوسری طرف امن سبوتاژ کرنے کا الزام بھی انہی پر لگتا ہے۔

کیا اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے؟

آج کل ایک اعتراض بلکہ ایک جھوٹا پروپیگنڈہ یہ بھی پھیلایا جارہا ہے کہ اسلام دہشت گردی پھیلاتا ہے اور اپنے پیروکاروں میں جنگی جنون پیدا کر کے اسلام کو زور زبردستی تسلیم کروانا چاہتا ہے اور دوسروں پر مسلط کرنا چاہتا ہے۔ یہ اعتراض دو وجوہات کی بناء پر کیا جاتا ہے یا تو لوگ جنگ و امن کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات سے آگاہ نہیں یا بعض مستشرقین واقفیت کے باوجود منافقانہ طور پر اسلام کے بارے میں غلط پروپیگنڈہ کر کے لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنا چاہتے ہیں لہٰذا اس اعتراض کی نامعقولیت کو مولانا مودودیؒ نے اِن الفاظ میں واضح کیا ہے:

> ''اس بہتان کی اگر کچھ حقیقت ہوتی تو قدرتی طور پر اس وقت پیش ہونا چاہیے تھا جب پیروان اسلام کی شمشیر خار اشگاف نے کرہ زمین میں ایک تہلکہ برپا کر رکھا تھا اور فی الواقع دنیا کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید ان کے یہ فاتحانہ اقدامات کسی خوں ریز تعلیم کا نتیجہ ہوں۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ اس کے خیالی پتلے میں اس وقت روح پھونکی گئی جب اسلام کی تلوار تو زنگ

کھاچکی تھی مگر خود اس کے بہتان کے مصنف، یورپ کی تلوار بے گناہوں کے خون سے سرخ ہو رہی تھی اور اس نے دنیا کی کم زور قوموں کو نگلنا شروع کر دیا تھا[4]۔"

اس سے بھی زیادہ معقول اور واضح جواب جس کا آج کل ہر کوئی مشاہدہ کر رہا ہے کہ آج امریکہ میں دوسرے ادیان کی بہ نسبت اسلام بہت تیزی سے پھیل رہا ہے۔ روزانہ کئی سو لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان اُنہیں بندوق اور تلوار کے بل بوتے پر مسلمان بنا رہے ہیں یا وہ اپنی مرضی سے اسلام قبول کر رہے ہیں؟ امریکہ جیسی ریاست میں زبردستی کرنا تو ہر ذی ہوش جانتا ہے۔ اس روشنی میں تو جواب ظاہر ہے کہ آخری جملہ ہی ہوگا کہ وہ لوگ اسلام کی تعلیمات اور اسلامی نظام ہائے سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرتے ہیں۔ انہیں اسلام میں سکون قلب محسوس ہوتا ہے جو دوسرے ادیان میں ناپید ہے۔ اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ سب کا یہی جواب ہوگا کہ وہ لوگ اسلامی تعلیمات اور نظام ہائے سے متاثر ہو کر اپنی مرضی سے اسلام قبول کرتے ہیں اور انہیں اس قبولیت میں کسی قسم کا تردد نہیں بلکہ دوسرے ادیان کی بہ نسبت ان کو اسلام میں زیادہ ذہنی سکون اور قلبی اطمینان ملتا ہے۔

فروغِ امن اور اسلام:

اللہ کے نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت امن بھی ہے کسی معاشرے کے لوگ تبھی عیش وراحت سے زندگی گزار سکتے ہیں جبکہ وہ پرامن ہوں۔ دوسری نعمتیں چاہے جتنی بھی ہوں لیکن امن نہ ہو تو وہ ساری نعمتیں بے کار ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب مکہ کے بارے میں اللہ سے دعا کرتے ہیں تو تمام نعمتوں سے پہلے وہ امن مانگتے ہیں اس کے بعد رزق اور دوسری نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہیں:

"رَبِّ ٱجْعَلْ هَٰذَا ٱلْبَلَدَ آمِناً[5]" "اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا"

اسلام نے سب سے پہلے انسانی نفوس اور اعراض واملاک کی قدر وقیمت و حرمت کو ذہن نشین کرایا۔ انسانی حرمت کو اس حد تک پہنچایا کہ گویا کسی ایک آدمی کے قتل کا گناہ پورے عالم انسانیت کو ختم کرنے کے برابر گردانا اور فرمایا:

"أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي ٱلأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعاً[6]"

"جس نے کسی کو بغیر (دوسرے انسان کو قتل کیے) ناحق یا فساد فی الارض کے قتل کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا"

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فساد فی الارض، تخریب کاری اور فصل و نسل کی بربادی کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے، ارشاد ربانی ہے:

""وَإِذَا تَوَلَّى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ[7]"

"اور جب اسے اقتدار حاصل ہو جاتا ہے، تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے۔ کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے۔ حالاں کہ اللہ (جسے وہ گواہ بنا رہا تھا) فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔"

اسلام نے انسانوں کو ان تمام کاموں سے روکا جن سے لوگوں کے درمیان عداوت و نفرت پیدا ہوتی ہے۔ جیسے غیبت، چغل خوری، جھوٹ، تجسس، بدگمانی اور ایک دوسرے کا مذاق اڑانا وغیرہ۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"يَٰأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُواْ لاَ يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُواْ خَيْراً مِّنْهُمْ وَلاَ نِسَآءٌ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْراً مِّنْهُنَّ وَلاَ تَلْمِزُوۤاْ أَنفُسَكُمْ وَلاَ تَنَابَزُواْ بِٱلأَلْقَابِ بِئْسَ ٱلاسْمُ ٱلْفُسُوقُ بَعْدَ ٱلإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُوْلَـٰئِكَ هُمُ ٱلظَّالِمُونَ يَٰأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُواْ ٱجْتَنِبُواْ كَثِيراً مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ وَلاَ تَجَسَّسُواْ وَلاَ يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ إِنَّ ٱللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ[8]"

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ مرد دوسرے مرد کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد تو فسق کا نام بھی برا ہے۔ او جو لوگ اس روش سے توبہ نہ کریں تو یہی لوگ ظالم ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اور ٹوہ میں نہ لگو۔ اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے؟ تم نے تو اس کو ناگوار جانا۔ اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔"

بلکہ اللہ نے تمام انسانیت کو آپس میں مربوط و مامون رکھنے اور شر و فساد سے بچانے کے لیے تمام انسان کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور فرمایا کہ تم سب ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوئے ہو لہٰذا بھائیوں کی طرح پُر امن رہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ[9]"

"اے لوگوں اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا"

اسلام کی خارجہ پالیسی اور تعلیمات حرب و ضرب:

دین اسلام نے دوسری قوموں اور ملکوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے "ان سے لین دین" تجارت اور ان کی صنعت و حرفت سے مستفید ہونے سے منع نہیں کیا ہے۔ مزید یہ کہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو انہیں اپنے مذہب اور عقائد کے مطابق عمل کرنے کو پوری اجازت دی ہے اور مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے والوں کے ساتھ انصاف کرنے اور حسن سلوک کرنے کی ہدایت کی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ[10]"

"اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کے معاملے میں نہ تم سے جنگ کی ہے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔"

ان اصول و مبادی سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں امن و امان کو کیا حیثیت دی گئی ہے۔ خود قرآن کریم کی ۱۳۳ سے زیادہ آیتوں میں لفظ سلم اور اس مادے کے دیگر الفاظ موجود ہیں جب کہ لفظ حرب (جنگ) پر مشتمل صرف چھ آیات ہیں۔ اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کے جملہ اغراض و مقاصد میں امن و سلامتی کی فکر کو اہم مقام حاصل ہے۔ تاہم کبھی کبھی دفع فساد یا دفاع کے لیے تلوار اٹھانی پڑتی ہے۔ لیکن اس بارے میں یہ جاننا چاہیے کہ اسلام میں جنگ کا اصل مقصد حریف اور مدمقابل کو قتل کرنا اور اس کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اس کے شر کو دفع کرنا ہے تا کہ اللہ کی مخلوق اس کے شر سے محفوظ رہے اور اللہ کا کلمہ بلند ہو۔ اس وجہ سے اسلام نے قوت کے استعمال کی انہی طبقات کے خلاف اجازت دی ہے جو برسرپیکار ہوں "جن سے شر کا اندیشہ ہو۔ باقی تمام انسانی طبقات کو اسلام کے نزدیک جنگ کے اثرات سے محفوظ رہنا چاہیے اور دشمن کی ان چیزوں تک بھی ہنگامہ کارزار کے متجاوز نہ ہونا چاہیے جن کو ان کی جنگی قوت سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اسلام نے جنگ کا جو تصور دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ اس تصور سے یکسر مختلف ہے جو غیر مسلم دماغوں میں موجود ہے۔ موجودہ دور میں جو جنگیں ہوتی ہیں ان میں صرف انسانوں کو مارنا اور مکانوں کو گرانا اور عوام الناس کے دلوں میں دہشت اور ہیبت پیدا کرنا ہوتا ہے بلکہ موجودہ جنگیں ایک طرح سے بے مقصد جنگیں ہیں۔

اسلام میں جنگ کے مقاصد:

(الف) ظلم کا ازالہ:

اسلام نے جو سب سے پہلی بار جہاد کی اجازت دی اس فرمان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس جنگ کا مقصد ظلم و زیادتی کو دور کرنا اور امن و امان کو قائم کرنا ہے تا کہ وہ انسانی اقدار جو کہ ظلم کی وجہ سے پامال ہو گئے تھے بحال ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُواْ وَإِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ [11]"

"اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جارہی ہے کیوں کہ وہ مظلوم ہیں اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔"

دوسری جگہ فرمایا:

"وَلَمَنِ ٱنتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُوْلَٰئِكَ مَا عَلَيْهِم مِّن سَبِيلٍ [12]"

"اور جو ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں اُن پر کوئی ملامت نہیں۔"

بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اسلام نے ظالم کو دفع کرنے کی صرف اجازت نہیں بلکہ حکم بھی دیا ہے تو بے جا نہ ہو گا۔

"وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَاۚ وَاجْعَل لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَل لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا [13]"

"آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا، ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے۔"

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے بھی جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن اسی کو جہاد فی سبیل اللہ سے تعبیر کرتا ہے۔ اس سے یہ بات بالکل اخذ نہ کی جائے کہ اسلام زبردستی لوگوں کو مسلمان کرتا ہے بلکہ اس بارے میں تو قرآن نے دوٹوک اور واضح ارشاد فرمایا ہے:

"لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ [14]" "دین کو قبول کرنے کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے"

(ب) روئے زمین سے فتنہ وفساد دور کرنا:

اسلام نے اپنے متبعین کو جو جہاد کا حکم دیا ہے اس کا ایک مقصد فتنہ وفساد کو دفع کرنا بھی ہے تاکہ دنیا تمام اقوام کے لیے امن کا گہوارہ بنے اور دنیا سے فساد مکمل طور پر ختم ہو چنانچہ فرمایا:

"وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّه لِلّٰهِ [15]"

"ان سے جنگ کرو تا آں کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔"

اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے جنگ کرنا اسلام میں جائز نہیں بلکہ اسلامی فقہ کے پورے ذخیرہ میں یہ بات موجود نہیں کہ محض ملک و ریاست اور مال و دولت کے حصول کے لیے جنگ کی جائے اور اس پر پورے امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔ ہاں جہاں کہیں کوئی مسلمانوں کو تنگ کر کے ان پر ظلم کرنا چاہے تو اسلام اپنے متبعین کو جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے اور جو لوگ ظلم و جبر کرتے ہیں ان کے بارے میں فرمایا:

"اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ [16]"

"جن لوگوں نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو تکلیفیں دیں اور توبہ نہ کی، ان کو دوزخ کا (اور) عذاب بھی ہو گا اور جلنے کا عذاب بھی ہو گا"

دوران جنگ انسانی اقدار کی تحفظ اور اسلامی تعلیمات:

اسلام سے پہلے جتنی بھی جنگیں ہوتی تھی اس کا نام سنتے ہی روح کانپ اٹھتی ہے لیکن اسلام نے سب سے پہلے جنگ کے سلسلے میں گذشتہ طریقوں کی اصلاح کی، اس کے بعد اس کے لیے پاکیزہ اصول طے کیے۔ اسلام نے انسانیت کو جو مقام دیا وہ سب کے سامنے ہے حتیٰ کہ حالت جنگ میں بھی اس کا

دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیا۔ نبی کریم ﷺ کی طرف سے فوجوں کو روانہ کرتے وقت انسانی اقدار سے متعلق باقاعدہ ہدایات دی جاتی تھیں۔ چناں چہ آپ ﷺ سپہ سالار اور فوج کو پہلے تقویٰ اور خوفِ خدا کی نصیحت کرتے پھر ارشاد فرماتے:

''اغزُوْابسم الله،وفی سبیل الله، قاتِلوا مَن کَفَر بالله،ولا تَغُلُّوْا،ولا تَغْدِرُوْا،ولا تُمَثِّلُوْا ولا تَقْتُلُوْا وليداً[17]''

''جاؤ اللہ کا نام لے کر اور اللہ کی راہ میں، لڑو ان لوگوں سے جو اللہ سے کفر کرتے ہیں مگر جنگ میں کسی سے بد عہدی نہ کرو، غنیمت میں خیانت نہ کرو، مثلہ نہ کرو اور کسی بچے کو قتل نہ کرو۔''

اسلام میں انسانی اقدار کی اتنی پاسداری ہے کہ شریعت اسلامی کے مقاصد کا مدار ہی انسانی اقدار ہے جس کا خلاصہ ہے کہ انسانی جان، مال، عزت ہر حال میں محفوظ ہوں اور اس کے لیے حالت جنگ میں بھی اسلام نے کچھ اصول وضوابط مقرر کیے ہیں۔ جن میں سے کچھ اصول اور ضوابط کی تفصیل درج ذیل ہے:

بوقت ضرورت اور برائے ضرورت جنگ کرنا:

اللہ تعالیٰ نے جنگ کے حدود مقرر کر دیے ہیں اور اس سے آگے بڑھنے سے منع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُواْ بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ [18]'' ''اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تم کو تکلیف دی گئی ہے۔''

اب اس سے زیادہ کسی کو تکلیف دینا شرعی اعتبار سے جائز نہیں۔

صلح کے لیے کوشش کرنا:

اسلام ہر حالت میں امن وامان کو ترجیح دیتا ہے اس لیے اسلام نے اپنے دشمن خواہ وہ کیسا بھی دشمن ہو سے صلح کی پیشکش قبول کرنے کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ[19]''

''اگر وہ صلح کے لئے جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو کہ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے''

اس کے بعد اگر وہ صلح کی خلاف ورزی کریں تو چپکے سے ان پر حملہ نہ کیا جائے بلکہ کھل کر ان سے کہہ دیا جائے کہ اب ہمارا معاہدہ ختم ہو گیا ہے لہٰذا اب جنگ کے لیے تیار رہو، جیسا کہ ارشاد ہے:

''وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ[20]''

''اور اگر کبھی تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کے معاہدے کو اعلانیہ اس کے آگے پھینک دو، یقیناً اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا''

سفیر کے قتل سے منع:

اسلام نے سفیروں کو تحفظ دی ہے "خواہ وہ کتنا ہی گستاخانہ پیغام کیوں نہ لائیں۔ مسیلمہ کذاب کا سفیر "عبادہ بن الحارث" جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''لو لا انك رسولٌ لَضرَبْتُ عُنُقَك[21]''

''اگر تم قاصد نہ ہوتے تو میں تیری گردن مار دیتا۔''

بے جا تخریب وفساد سے منع:

اسلام نے روایتی جنگوں اور ان کے طریقوں سے منع فرمایا کہ راستے میں جو بھی دشمن کے املاک نظر آتے ان کو نابود کر دیا جاتا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ[22]''

"اور جب وہ حاکم بنتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے اور فصلوں اور نسلوں کو برباد کرے، مگر اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا ہے۔"

تاہم کبھی کبھی جنگی مصلحت کی بنا پر کبھی کبھی ایسا ہوا بھی ہے جیسا کہ غزوہ بنی نضیر کے موقع پر ان کے مکانات وتعمیرات کو تباہ کر دیا تھا تاکہ ان کو تکلیف پہنچائی جاسکے۔ اس کے علاوہ جنگ میں جنگی چال چلنا اور ظاہری اعتبار سے دشمن کو فریب دینا بھی جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"الحَربُ خُدْعَةٌ[23]"

"جنگ فریب دہی (چال) ہے۔"

تاہم اس میں اسلام کی مسلمہ احکام کی خلاف ورزی نہ ہو۔

حملہ کرنے سے پہلے دشمن کو بتانا:

اسلام نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے کہ راتوں رات دشمن پر بے خبری میں حملہ کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ جب بھی حملہ کرتے تھے تو صبح کی روشنی میں حملہ کرتے تھے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"كان اذا غزا قوما لم يُغِر حتى يُصبحَ فان سمع أذانًا اَمسک وان لم يسمع أذانًا اَغار بعد ما يُصبح[24]"

"نبی کریم ﷺ جب کسی دشمن قوم پر (رات کے وقت پہنچتے) تو جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہ کرتے تھے۔'

باندھ کر یا تکلیف دے کر قتل کی ممانعت:

نبی کریم ﷺ نے دشمن کو باندھ کر یا تکلیف دے کر مارنے اور قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔، سیدنا ایوب انصاریؓ سے مروی ہے:

"ينهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قتل الصبر[25]"

"نبی کریم ﷺ نے قتل صبر (باندھ کر مارنے سے) منع فرماتے تھے"

مثلہ کرنے کی ممانعت:

عرب اور بعض دیگر اقوام جنگ میں دشمنوں کی لاشوں کا مثلہ کیا کرتے تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے انسانی لاشوں کی بے حرمتی کرنے اور مثلہ کرنے سے منع کیا، مغیرۃ بن شعبہؓ سے مروی ہے:

"نهى رسول صلى الله عليه وسلم عن المثلة[26]"

"نبی کریم ﷺ نے مثلہ (مقتول کے اعضاء کو کاٹنا) سے منع فرمایا ہے۔"

آگ سے جلا کر مارنے سے منع:

اسلام سے قبل جنگ میں قیدیوں یا دشمنوں کو آگ میں زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ ارشاد نبوی ہے:

"انه لا ينبغى ان يعذب بالنار اِلا رب النار[27]"

"آگ کا عذاب دینا سوائے آگ کے پیدا کرنے والے کے اور کسی کو سزاوار نہیں۔"

قیدیوں کے ساتھ برتاؤ:

اسلام نے قیدیوں کے بارے میں انتہائی منصفانہ اور نرم رویہ اختیار کیا ہے۔ ان سے برا سلوک کرنے سے منع فرمایا، قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا[28]"

"یہاں تک کہ جب تم انہیں اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو، اس کے بعد (تمہیں اختیار ہے) یا تو احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر، تا آں کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے"

اس سے واضح ہے کہ قیدیوں کے بارے میں حکومت کو اختیار ہے یا تو فدیہ لے کر آزاد کریں یا بغیر بدیہ کے آزاد کریں بلکہ اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کو کھانا کھلانے کو باعث نیکی قرار دیا اور اسے مومن کی خوبی بتایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَيُطْعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ ٱللَّهِ لاَ نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَلاَ شُكُوراً"[29]

"اور وہ مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں، اس کی چاہت کے باوجود اور (اس جذبے کے ساتھ) ہم تمہیں صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے کسی بدلے اور شکریہ کے طالب نہیں ہیں"

جہاد کا ایک اور مقصد:

اسلام نے جہاد کے ذریعے مال غنیمت اور خراج وغیرہ جمع کرنے کا مقصد نہیں بنایا بلکہ لوگوں کے دلوں میں اسلام بٹھانے کے لیے جہاد کا حکم دیا چنانچہ ایک مرتبہ حیان بن شریحؒ نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو لکھا:

"أَنَّ حَيَّانَ بْنَ شُرَيْحٍ عَامِلَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَلَى مِصْرَ كَتَبَ إِلَيْهِ : إِنَّ أَهْلَ الذِّمَّةِ قَدْ أَسْرَعُوا فِي الْإِسْلَامِ وَكَسَرُوا الْجِزْيَةَ ،فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ : أَمَّا بَعْدُ،فَإِنَّ اللَّهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا دَاعِيًا،وَلَمْ يَبْعَثْهُ جَابِيًا،فَإِذَا أَتَاكَ كِتَابِي هَذَا فَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ أَسْرَعُوا فِي الْإِسْلَامِ وَكَسَرُوا الْجِزْيَةَ فَاطْوِ كِتَابَكَ وَأَقْبِلْ."[30]

"عامل مصر حیان بن شریح نے عمر بن عبد العزیز کو خط لکھا کہ: اہل ذمہ تیزی سے اسلام قبول کر رہے ہیں اور جزیہ دینا چھوڑ دیا ہے۔ تو آپ نے اُسے جواب میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دینے کے لیے بھیجا ہے مال وصول کرنے کے لیے نہیں۔ جب تمہیں میرا یہ خط ملے تو جب اہل ذمہ اسلام قبول کرے اور جزیہ چھوڑ دے تو تم اپنا رجسٹر بند کر کے ان سے اسلام قبول کرو"

اسی طرح سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایران کی طرف ربعی بن عامر کو بھیجا تو انہوں نے جنگ قادسیہ سے ذرا پہلے ایرانی قائد "رُستم سے کہا:

"فو الله لِإِسْلَامُكُمْ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنْ غَنَائِمِكُمْ"[31]

"اللہ کی قسم تمہارا مسلمان ہونا ہمیں تمہارے اموال سے زیادہ پسند ہے۔"

ان واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ جہاد کا مقصد مال جمع کرنا نہیں بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔

اسلامی غزوات اور موجودہ جنگوں کا موازنہ:

اسلام نے ایک طرف تو امن کا داعیہ لے کر عالم میں روشنی پھیلائی تو دوسری طرف اس راہ کی رکاوٹ دور کرنے کے لیے تلوار کا سہارا بھی لینا پڑا لیکن نبی کریم ﷺ کی زندگی میں کل ۱۹ اور بعض روایتوں کے مطابق ۲۷ غزوات ۔ امام بخاری نے غزوات کی تعداد زید بن ارقمؓ کے حوالے سے انیس (۱۹) لکھی ہے[32] اور ۵۴ سرایا اور بعض کے مطابق ۵۶ سرایا ۲ھ سے ۹ھ کے درمیان آٹھ سال کی مدت میں ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ جنگیں صرف اس لیے لڑیں کہ خطرات کو شدید ہونے سے پہلے ختم کیا جائے۔ اگر ان لڑائیوں کو جارحانہ اور اقدامی تسلیم کر لیا جائے تو بھی ان میں مجموعی طور سے ۲۵۹ مسلمان شہید ہوئے۔ مخالفین کی طرف سے مجموعی طور سے "۷۵۹" افراد قتل کیے گئے اور "۶۵۶" قیدی بنائے گئے۔ جن میں سے "۶۳۴" قیدیوں کو نبی کریم ﷺ نے از راہ احسان بلا کسی شرط کے آزاد فرما دیا تھا[33]۔

اِس کے بر عکس جنگ عظیم اوّل ۱۹۱۴ء میں کم و بیش ایک کروڑ انسانوں کا خاتمہ ہوا اور دوسری جنگ عظیم ۱۹۳۹ء میں چھ (۶) کروڑ افراد مارے گئے۔ موجودہ دور میں ۱۹۹۰ء کے بعد سے افغانستان، عراق اور پاکستان میں ہی دہشت گردی کے نام پر ۴ ملین (۴۰لاکھ) مسلمان مارے جاچکے ہیں[34]۔ اگر اِس میں شام "مصر "لیبیا" تیونس اور کشمیر وغیرہ کو شامل کر لیا جائے تو مقتولین کی تعداد ۵ ملین (۵۰لاکھ) سے تجاوز کر جائے گی۔ لاکھوں عورتوں "بچوں اور بے گناہوں کی تباہی ان کے علاوہ ہے۔ مکانوں "شہروں "ضروریات زندگی اور غذائی سامانوں کی بربادی کا تو تصور ہی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ پھر عالم گیر جنگوں کا مقصد توسیع سلطنت "حصول اقتدار "خود غرضی اور اجتماعی ضد اور عصبیت کے سوا کچھ نہیں رہا۔ اسی وجہ سے ان جنگوں میں انسانی اقدار کا تحفظ نہیں کیا گیا۔ اس کے بر عکس اسلام میں جہاد کا تصور یکسر مختلف تھا جو کہ تبلیغ اسلام کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا اور ظلم و ستم کو دفع کرنا تھا جو کہ وقت کی ضرورت بھی ہے اور اسلام کی اصل روح بھی ہے۔

حواشی وحوالہ جات:

[1] مفتی ظفیر الدین، اسلام کا نظام امن، قاسمی کتب خانہ جامع مسجد، جموں توی، کشمیر، اشاعت دوم، ۱۹۹۸ء، صفحہ: ۱

[2] http:/www.fas.org/sgp/crs/weapons/

[3] http:/knoema.com/atlas/National-Defense

[4] سید ابو الاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۰۷ء، صفحہ: ۱۵۔

[5] سورۃ ابراہیم ۱۴: ۳۵

[6] سورۃ المائدۃ ۵: ۳۲

[7] سورۃ البقرۃ ۲: ۲۰۵

[8] سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۲-۱۱

[9] سورۃ النساء ۴: ۱

[10] سورۃ الممتحنۃ ۶۰: ۸

[11] سورۃ الحج ۲۲: ۳۹

[12] سورۃ الشوریٰ ۴۲: ۴۱

[13] سورۃ النساء ۷۵: ۴

[14] سورۃ البقرۃ ۲: ۲۵۶

[15] سورۃ الانفال ۸: ۳۹

[16] سورۃ البروج ۸۵: ۱۰

[17] سنن ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی (۲۷۹ھ)، حدیث: ۱۵۵۰، دار ابن الہیثم، قاہرہ، س۔ن

[18] سورۃ النحل ۱۶: ۱۲۶

[19] سورۃ الانفال ۸: ۲۱

[20] سورۃ الانفال ۸: ۵۸

[21] صحیح ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد (۳۵۴ھ)، حدیث: ۴۸۷۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، س۔ن

[22] سورۃ البقرۃ ۲: ۵۰۲

[23] صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، حدیث: ۳۰۲۹، دار السلام، س۔ن

[24] صحیح بخاری، حدیث: ۲۹۴۳

[25] سنن ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، حدیث: ۲۶۸۷، دار السلام، س۔ن

[26] مسند احمد، احمد بن محمد بن حنبل، حدیث: ۱۷۶۸۲، دار الحدیث القاہرہ، س۔ن

[27] سنن ابو داؤد، حدیث :۲۶۷۵

[28] سورۃ محمد ۴۷: ۴

[29] سورۃ الدھر ۷۶: ۸

[30] طبقات الکبریٰ، محمد بن سعد (۲۳۰ھ)، ۵ : ۳۸۴، دار صادر بیروت، ۱۹۶۸ء

[31] تاریخ طبری، تاریخ الرسل والملوک، ابن جریر الطبری، ۳ : ۵۲۸، دار التراث، بیروت، ۱۳۸۷ھ

[32] صحیح بخاری، حدیث:۳۹۴۹

[33] قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، مرکز الحرمین الاسلامی فیصل آباد، پاکستان، ۲۰۰۷ء، جلد: ۲، صفحہ: ۴۲۶-۴۲۳۔

[34] IPPNW (International Physicians for the Prevention of Nuclear War), Casuality Figures after 10 Years of the War on Terror Iraq Afghanistan Pakistan, Washington DC, Berlin Ottaw-March 2015.